فکر و نظر.........اسلام آباد
جلد:۶۰ شمارہ:۴ (اپریل–جون ۲۰۲۳ء)
DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v60i4.2240

اسلامی اصطلاحاتِ جزیہ اور خراج: ایک تجزیاتی مطالعہ

منزہ حیات ۞

Islamic Terms of Jizyah and Kharāj: An Analytical Study

Munazzah Hayat۞

ABSTRACT: This article argues that a Muslim state receives jizyah from dhimmīs in return for full protection of their lives and property. Jizyah is a kind of cash tax that a Muslim state collects from its non-Muslim people in return for its services, i.e., the complete protection of their lives, properties, honour, and civil rights. But if the non-Muslims personally participate in the defense of the state, as is the responsibility of Muslims, then this tax is waived from them. On the contrary, Muslims are not exempted from paying zakāh. Jizyah is levied only on those who can earn. Jizyah is not levied on the poor, women, children, the elderly, the blind, and monks. In Islam, leniency in receiving jizyah has been ordered. Kharāj (tribute) means setting a very reasonable rate of tax keeping in view the production of the conquered land. The dhimmīs do not own their lands, but they are not removed from their lands, and the nature of the occupation may be hereditary, meaning that the occupation may be passed on to their heirs. They can also settle other matters related to this land. The government receives its ownership rights from these lands in the form of a reasonable rate of kharāj. The lands of the conquerors are not distributed among the conquerors but remain in the possession of the government, which collects kharāj from them.
Key Words: *Islamic law, terms, Jizyah,* Kharāj, *Analytical Study*

Summary of the Article

Every nation and religion has some terms that need to be interpreted. This study highlighted the terms jizyah and kharāj. Jizyah is a protection tax levied on non-Muslims in a Muslim state. The Muslim state receives it from its non-Muslim people in return for providing them complete protection of lives, property and honour, and civil rights. But if the non-Muslims personally participate in the defense of the state, as is the responsibility of the Muslims, then this tax is waived from them. It is left to the direction of the head of government. Jizyah is levied only on those who can earn. Jizyah is not levied on the poor, women,

۞ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔
۞ Associate Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakriya university, Multan. (muazzahayat@bzu.edu.pk)

children, the elderly, the blind and monks. For the collection of jizyah, no person can be subjected to undue hardship or coercion, nor is he/she made to stand in the sun, nor should he/she suffer any physical hurt. Instead, he/she must be treated gently. During the era of the caliphs, keeping in mind the convenience of the people, the professionals were allowed to pay jizyah in the form of goods they produced. Caliph Ali used to accept needles from those who made needles, combs from those who made combs, and ropes from those who cut ropes in jizyah so that people would not have any trouble paying it. Caliph ʻUmar b. ʻAbd al-ʻAzīz instructed that if a person dies, the amount of jizyah due to him will not be collected from his heirs. Khārāj refers to a tax imposed on lands conquered by the Muslim state, keeping in mind the production of such lands. Dhimmīs are not the owners of their lands, but they are not removed from their lands and the nature of this possession may be hereditary, that is, this possession may be passed on to their heirs from generation to generation. They are also allowed to settle other matters related to their lands. The government collects its ownership rights from these lands in the form of tribute at an appropriate rate. It can be raised from the farmers and the amount of tribute that is more than the actual needs of the farmers should be collected from it. The status of the land is permanent. It is not distributed among the army. Among the things captured from the enemy, only those things which are personal property are distributed among the army. Commercial tax can be imposed on non-Muslims only if a special agreement is made with them in this regard. Otherwise, no demand can be made from them except jizyah and kharāj.

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

ہر قوم اور مذہب میں کچھ ایسی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کی تعبیر کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ جزیہ اور خراج کی اصطلاحات پر مسلمانوں پر کئی اعتراضات ہوتے رہے ہیں کہ یہ کیوں وصول کیا جاتا ہے۔ زیر نظر مقالے میں بتایا گیا ہے کہ جیسے دوسری ریاستیں اپنے شہریوں سے ٹیکس وصول کرتی ہیں، اسی طرح مسلم ریاست اپنے غیر مسلم عوام سے اپنی خدمات یعنی ان کی جان، مال اور آبرو کی مکمل حفاظت، ان کے شہری حقوق اور ان کے دفاع کے بدلے میں ان سے خراج وصول کرتی ہے۔ خراج سے مراد مفتوحہ زمین کی پیداوار کو ملحوظ رکھ کر نہایت واجبی شرح کا ٹیکس مقرر کرنا ہے۔ ذمی اپنی زمینوں کے مالک نہیں رہیں گے، لیکن انھیں ان کی زمینوں سے بے دخل بھی نہیں کیا جائے گا اور اس قبضے کی نوعیت موروثی بھی ہو سکتی ہے، یعنی یہ قبضہ نسل در نسل ان کے ورثا کو منتقل ہو۔ وہ اس زمین سے متعلقہ دیگر معاملات بھی طے کر سکیں گے، حکومت ان زمینوں سے اپنے حقوق مالکانہ ایک مناسب شرحِ خراج کی صورت میں وصول کرے گی۔ اس معاملے کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۱۳ھ – ۲۴ھ) کے دور ہی میں ہو گیا تھا کہ مفتوحین کی زمینیں فاتحین میں تقسیم نہیں کی جائیں گی، بلکہ وہ بدستور مفتوحین کے قبضے میں رہیں گی اور

حکومت ان سے خراج وصول کرے گی۔ ذیل میں جزیے اور خراج کی اصطلاحات کی وضاحت اور ان سے متعلقہ ضروری تفصیل دی جارہی ہے۔

۱۔ جزیہ

جزیہ مسلم ریاست میں غیر مسلموں سے قابل وصول تحفظ کا ٹیکس ہے۔الجزية ما يؤخذ من أهل الذمة وتسميتها بذٰلک للاجتزاء بها في حقن دمهم، قال الله تعالى: { حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ} [التوبة۹: ۲۹][۱] جزیہ غیر مسلم آبادی کے ساتھ کیے جانے والے معاہدہ کا(جو "ذمہ" کہلاتا ہے)ایک اہم اور لازمی جز ہے یعنی جزیہ ایک طرح کا نقد ٹیکس ہے جو مسلم ریاست اپنے غیر مسلم عوام سے اپنی خدمات یعنی ان کی جان،مال اور آبرو کی مکمل حفاظت،ان کے شہری حقوق اور ان کے دفاع کے بدلے میں ان سے وصول کرتی ہے، لیکن اگر غیر مسلم ریاستی دفاع میں شخصی طور پر شریک ہو جائیں جیسے مسلمانوں کی ذمے داری ہے تو یہ ٹیکس ان سے معاف ہو جاتا ہے، جب کہ اس کے برعکس مسلمان "زکاۃ" کی ادائی سے مستثنیٰ نہیں قرار پاتے۔

لفظِ جزیہ کا ماخذ مجازاۃ ہے جس کا مطلب بدلہ دینا ہوتا ہے، یعنی مفتوحین کے جان ومال سے تعرض نہ کرنا اور انھیں اپنے ملک میں رہنے دینا۔[۲]ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بہ قول انگریزی میں اس کے لیے Consideration کی اصطلاح اختیار کی جاسکتی ہے، یعنی کچھ دے کر اس کے بدلے میں کچھ حاصل کرنا، یہ جزیہ کا مفہوم ہے۔[۳] جزیہ امام سرخسی کے مطابق "الجباية بإزاء الحماية"(تحفظ کے بدلے مالی ذمے داری) کے اصول کے تحت لیا جاتا ہے، یوں ملک کے مالی مطالبات اس حمایت اور تحفظ کے مقابلے میں ہیں جو ملک اپنے شہریوں کو فراہم کرتا ہے۔[۴]

۱۔ ابو القاسم الحسین بن محمد راغب الاصفہانی، **المفردات في غريب القرآن** (مكتبة نزار مصطفى الباز)،۱: ۱۲۱؛ تفصیل کے لیے آرٹیکل ملاحظہ ہو: منزہ حیات، سعید الرحمٰن، "غیر مسلموں کے بارے میں برصغیر کے فتاویٰ کا نقطۂ نظر (تیرہویں تا پندرہویں صدی عیسوی کا ایک مطالعہ"، **پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ سنٹر**، ملتان، (دسمبر ۲۰۱۲ء)، ۱۱۵۔
Shān ul Hāq Hāqi, *Fārhāng e Tālaffuz* (Islamābād: Muqtadirah Qaumi Zuban, 2002), 363.

۲۔ وہبہ الزحیلی، **العلاقات الدولية في الإسلام** (دمشق:دار المكتبي، للطباعة و النشر و التوزيع ،۲۰۰۰ء)، ۱۶۔

۳۔ محمود احمد غازی، **خطبات بہاولپور(۲)** (بہاول پور: اسلامیہ یونی ورسٹی،۱۹۹۷ء)،۲۲۹۔

۴۔ محمد بن احمد السرخسی، **المبسوط**(بیروت:دار المعرفة،۱۴۰۶ھ)، ۲: ۸۷۔

تاہم جزیہ کی اصطلاح صرف ذمیوں سے معاہدہ سے متعلق ٹیکس عائد کرنے سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال کی گئی ہے۔ موادعۃ (مصالحت) کی صورت میں جزیہ کی ادائی جنگ بندی کے مقصد سے ہو سکتی ہے۔ یہ ادائی دراصل دشمن کی طرف سے "دارالاسلام" کے خلاف عداوت ومخاصمت سے کنارہ کشی کے رویے کی مظہر ہوتی ہے۔ اس صورت میں جزیہ کی ادائی سے اس کے ادا کرنے والوں کے تحفظ کی مسلم ریاست پر ذمے داری یا ان کی مسلم قانون کی ماتحتی لازم نہیں آتی اور اس طرح جزیہ کو ایک طرح کا باج (Tribute) سمجھا جاسکتا ہے۔ "عہد" کی صورت میں جس کے تحت جزیہ ادا کرنے والوں کے لیے مسلم ملکی قوانین کی ماتحتی توضروری ہوتی ہے، لیکن مسلم ریاست پر ان کے تحفظ کی ذمے داری لازمی نہیں ہوتی۔ جزیہ اس (غیر مسلم) علاقے کی زمین پر لاگو ہونے والا ٹیکس ہے اور اسے "خراج" کہا جاتا ہے۔[۵]

جزیہ کی مقدار

بعض فقہانے جزیہ کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم دونوں مقداروں کا تعین کیا ہے، جب کہ بعض فقہانے ان معاملات کو سربراہ حکومت کی صواب دید پر چھوڑ دیا ہے۔ جزیہ صرف ان افراد پر عائد ہوتا ہے جو کمانے کے قابل ہوں۔ مساکین، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، اندھوں اور راہبوں پر جزیہ عائد نہیں کیا جاتا، لیکن کچھ فقہا کے نزدیک ان میں سے بعض پر جزیہ عائد کیا جانا چاہیے، جب کہ زکاۃ غربا کے علاوہ ہر صاحب نصاب مسلمان پر عائد ہوتی ہے۔[۶] جزیہ افراد کی حیثیت کے لحاظ سے لگایا جائے گا، لیکن چوں کہ یہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ "ليس في أموال أهل الذمة إلا العفو"[۷] یعنی اہل ذمہ کے مال میں حکومت کا وہی حق ہے جو ان کی ضروریات سے زائد ہو" اسی وجہ سے یہ ٹیکس ہمیشہ نہایت ہلکا لگایا گیا ہے۔ اسلام میں جزیہ کی خاص مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی، اسے حکمران کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر لوگوں سے اڑتالیس درہم، متوسطین سے چوبیس درہم اور متوسطین سے کم درجہ افراد پر بارہ درہم کے حساب سے جزیہ وصول کیا۔ اس پر بھی اگر کسی فرد کے بارے میں یہ محسوس کیا گیا کہ یہ رقم اس کے لیے زیادہ ہے تو اس میں بھی کمی

۵۔ ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان شافعی، **كتاب الأم** (بیروت: دار المعرفة، ۱۴۰۶ھ)، ۴: ۱۰۳۔

۶۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب، **كتاب الخراج** (بیروت: دار المعرفة والنشر، ۱۳۹۹ھ)، ۷۰۔

۷۔ نفس مصدر۔

کر دی گئی۔[۸] جزیہ کی مقدار کے بارے میں ائمہ کی مختلف آرا ہیں۔ امام ابو حنیفہ ؒ نے ذمیوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے: ایک قسم مال داروں کی ہے، ان سے اڑتالیس درہم وصول کیے جائیں۔ دوسری قسم متوسط لوگوں کی ہے، ان سے چوبیس درہم لیے جائیں۔ تیسری قسم غریب لوگوں کی ہے، ان سے بارہ درہم لیے جائیں۔ امام ابو حنیفہ ؒ کے مطابق اس میں کمی بیشی نہیں ہوگی نہ اجتہاد حاکم کو دخل ہوگا۔ یوں انھوں نے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کا تعین سربراہ مملکت کی صواب دید پر نہیں چھوڑا ہے۔ امام شافعی ؒ کہتے ہیں کہ کم از کم مقدار معین ہے یعنی ایک دینار یا چاندی کے بارہ درہم، جو سالانہ بنیاد پر ہر بالغ شخص کے ذمے ہیں، اسے ایک دینار سے کم کرنا کسی طرح جائز نہیں، البتہ اس سے زیادہ امام کی رائے اور اجتہاد پر ہے۔ نیز سب سے برابر یا کم و بیش لینے کے متعلق بھی ان کے حالات کا اعتبار کر کے اپنے اجتہاد سے کام لے۔ ابن الرفعۃ نے امام شافعی کے بعض شاگردوں کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ عقدِ ذمہ طے کرتے وقت اگر جزیہ کی کوئی حد مقرر کر دی گئی ہو تو اسے کم کرنا جائز نہ ہوگا ، تاہم مسلم حاکم کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ اس کے بارے میں فرق رکھے، یعنی غریب سے ایک دینار، متوسط سے دو دینار اور امیر سے چار دینار وصول کرے۔ امام مالک ؒ کے مطابق اس کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں، بلکہ اس کا تعین حکم ران کی صواب دید پر موقوف رکھا گیا ہے۔[۹]

جزیہ کی وصولی میں نرمی

اسلام میں جزیہ وصول کرنے میں نرمی کا حکم دیا گیا ہے۔ جزیہ کی وصولی کے لیے کسی فرد پر کوئی بے جا سختی یا جبر و ظلم نہیں کیا جائے گا، نہ اسے دھوپ میں کھڑا کیا جائے گا اور نہ کوئی جسمانی تکلیف ہی دی جائے گی، بلکہ ان کے ساتھ نرمی برتی جائے گی۔[۱۰] حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس ایک دفعہ جزیہ کا مال زیادہ آگیا تو آپ نے عاملوں سے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم لوگوں نے رعایا کو خوب تباہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے بڑی نرمی سے وصولی کی ہے تو حضرت عمر ؓ نے پورا اطمینان کرنے کے بعد فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ نہ میرے اپنے ہاتھوں سے اس طرح کا کوئی ظلم ہوتا ہے اور نہ میری سلطنت میں کوئی ظلم ہوتا ہے۔[۱۱] اس سے اندازہ ہوتا

۸۔ ابو عبید قاسم بن سلام، **کتاب الأموال** (ریاض: دار الفضیلة للنشر و التوزیع، ۲۰۰۷ء)، ۱: ۹۴۔

۹۔ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی، **الأحکام السلطانیة** (قاہرہ: دار الحدیث، س ن)، ۱۳۷۔

۱۰۔ ابو یوسف، مصدرِ سابق، ۷۰۔

۱۱۔ ابو عبید قاسم بن سلام، **کتاب الأموال** (ریاض: دار الفضیلة للنشر و التوزیع، ۲۰۰۷ء)، ۱: ۱۰۰۔

ہے کہ اسلامی حکومت اپنی تمام رعایا کو ظلم سے محفوظ رکھنے کی ذمے دار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ وصولی سے متعلق اپنے عاملین سے فرمایا کہ جس ذمی میں جزیہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو اس سے درگزر کیا کرو اور جو عاجز ہو اس کی مدد کیا کرو کیوں کہ وہ ہمارے ساتھ صرف ایک یا دو سال کے لیے نہیں ہیں۔ (بلکہ مستقل ہیں)۔[۱۲]

لوگوں کی سہولت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے عہدِ خلفاے راشدین میں اہل حرفہ (پیشہ ور افراد) سے جزیہ میں وہی چیزیں قبول کر لی جاتیں جو وہ خود تیار کرتے تھے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئیاں تیار کرنے والوں سے سوئیاں، کنگھیاں بنانے والوں سے کنگھیاں، رسیاں بٹنے والوں سے رسیاں ہی جزیہ میں قبول کر لیتے تھے تا کہ لوگوں کو ادائی میں کوئی تکلیف نہ ہو۔[۱۳] جب کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے دور میں یہ حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص وفات پا گیا تو اس کے ذمے جو جزیہ کی رقم واجب الادا تھی وہ اس کے ورثا سے وصول نہیں کی جائے گی۔[۱۴]

جزیہ چوں کہ جان و مال کی حفاظت کا ٹیکس ہے اس لیے جب کبھی ایسا ہوا کہ مسلمان یہ ذمہ داری لینے کے بعد اسے پورا نہیں کر سکے تو انھوں نے جزیہ واپس کر دیا۔ حضرت ابو عبیدہ کی گورنری کے دور میں (جنگ یرموک ۱۳ھ) شام کے بعض مقامات پر رومیوں کی ایسی یورش ہوئی کہ مسلمانوں کو وہاں سے ہٹنا پڑا۔ ان حالات میں حضرت ابو عبیدہ نے ذمیوں کا جزیہ واپس کر دیا۔ اس پر ذمیوں نے دعا کی کہ اللہ تمھیں رومیوں پر فتح دے اور پھر واپس لائے؛ کیوں کہ اگر رومی تمھاری جگہ ہوتے تو کوئی چیز واپس کرنا تو در کنار، جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ بھی لوٹ کر لے جاتے۔ پھر جب مسلمان رومیوں پر غالب آئے تو ابو عبیدہ نے خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس معاہدے کے بارے میں لکھ کر بھیجا جو انھوں نے ان شہر کے لوگوں سے کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ مسلمانوں کو اہل ذمہ پر زیادتی کرنے، انھیں نقصان پہنچانے اور ان کا مال ناحق طریقہ سے کھانے سے روکو اور ان سے جو معاملات طے کیے ہیں ان کی شرائط کو پورا کرو۔[۱۵] صلیبی جنگوں کے دوران میں بھی اسی طرح ہوا، چناں چہ اس وقت بھی صلاح الدین ایوبی نے شام کے عیسائیوں کو جزیہ کی وہ رقم اس وقت واپس کر دی، جب اسے مجبوراً شام سے پسپا ہونا پڑا۔[۱۶]

۱۲۔ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی، **الأحكام السلطانية** (قاہرہ: مصطفىٰ البابي الحلبي، ۱۹۷۳ء)، ۱۴۵۔

۱۳۔ نفس مصدر، ۱۰۲۔

۱۴۔ نفس مصدر، ۱۰۹۔

۱۵۔ ابو یوسف، مصدرِ سابق، ۱۵۰۔

۱۶۔ الزحیلی، **العلاقات الدولية**، ۱۶۔

ذمی چوں کہ فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے اگر کبھی ذمیوں نے اپنی مرضی سے کوئی فوجی خدمت انجام دی تو اس دوران میں ان سے جزیہ نہیں لیا گیا۔ اگر کسی ذمی نے اپنی ذہنی اور دماغی قابلیت سے ملک کو کوئی نمایاں فائدہ پہنچایا تو وہ جزیہ سے ہمیشہ کے لیے آزاد کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قاہرہ سے بحر احمر تک جو نہر نکالی گئی اس کے نقشے کی تیاری میں جس ذمی نے مدد دی تھی اسے جزیہ سے بری قرار دے دیا گیا تھا۔[۱۷]

زکوٰۃ اور جزیہ میں فرق

شرعاً زکاۃ اور جزیہ ہی دو مستقل واجبات ہیں جو اسلامی ملک اپنے شہریوں سے وصول کرتا تھا ان کے علاوہ جتنے بھی ٹیکس تھے وہ وقتی اور عارضی نوعیت کے ہوتے تھے۔ جب ضرورت ہوتی عائد کر دیے جاتے اور جب ضرورت نہ رہتی تو ختم کر دیے جاتے۔ اس کے علاوہ وہ حالات اور ماحول کے تبدیل ہونے سے تبدیل اور کم زیادہ ہوتے رہتے تھے مگر زکاۃ اور جزیہ کی حیثیت مستقل نوعیت کی تھی۔ ان میں زکاۃ کے احکام بمقابلہ جزیہ سخت تھے۔ جزیہ میں پابندیاں کم تھیں مثلاً بعض صورتیں ایسی تھیں کہ جن میں غیر مسلموں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا مگر مسلمان کے بارے میں ایسی کوئی صورت نہیں کہ وہ زکاۃ سے مستثنیٰ قرار پائے، اس لیے حقوق اور ذمے داریوں کے اعتبار سے غیر مسلم کی حیثیت اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کے مقابلے میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے مثلاً:

۱- اگر تمام ملک کے لوگ کسی ریفرنڈم کے ذریعے متفقہ طور پر یہ طے کر لیں کہ وہ زکاۃ ادا نہیں کریں گے تو بھی وہ ایسا نہیں کر سکتے اور زکاۃ کی فرضیت ایسے کسی فیصلے سے ختم نہیں ہو سکتی، مگر اسلامی ملک جس وقت چاہے جزیہ ختم کر سکتا ہے اس لیے کہ یہ ایک معاہدہ ہے جس میں ایک فریق ملک ہے اور دوسرا فریق ملک کا غیر مسلم باشندہ ہے۔

۲- جزیہ ٹیکس عاقل بالغ مردوں پر عائد ہو گا جو جنگی خدمات بھی سر انجام دے سکتا ہو اس لیے غیر مسلم عورتوں پر یہ ٹیکس نہیں ہے[۱۸]، جب کہ زکاۃ مرد و عورت دونوں پر عائد ہوتی ہے نیز جزیہ سے بچّے بھی مبرّا ہوتے ہیں۔

۳- مذہبی زعما پر جزیہ عائد نہیں ہوتا۔ پادری، پنڈت، پروہت اور وہ لاگ جنھوں نے اپنے آپ کو مذہبی خدمات کے لیے وقف کر رکھا ہے وہ جزیہ سے مستثنیٰ ہوتے ہیں[۱۹] جب کہ زکاۃ سے کوئی عالم دین، فقیہ

17- Hameed Ullah, *Muslim Conduct of State* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, Kashmir Bazar), 101.

۱۸- ابو یوسف، مصدرِ سابق، ۱۲۲۔

۱۹- ابو یوسف، مصدرِ سابق، ۱۲۳۔

اور صوفی وغیرہ مستثنیٰ نہیں ہیں۔

۴- کسی مسلمان پر عائد ہونے والی زکاۃ کو کوئی حکم ران یا مذہبی شخصیت معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی، لیکن اگر کوئی غیر مسلم اپنی خدمات ملک کے لیے رضاکارانہ طور پر پیش کرتا ہے تو ان خدمات کے اعتراف کے طور پر بھی اس کا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد کی مثالیں موجود ہیں۔[۲۰] بعد کے ادوار کی مثالیں بھی ہیں کہ ایک شخص کی خدمات کی وجہ سے اس پر اور بعض مرتبہ اس کی خاطر اس کی پوری قوم پر جزیہ معاف کر دیا گیا۔ اسی طرح سے ایک مسلمان لازمی فوجی خدمت کا پابند ہے، غیر مسلموں پر اس کی کوئی پابندی نہیں۔ وہ لازمی فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک جگہ معاہدے میں لکھا کہ انھیں نہ تو میدان جنگ میں لے جایا جائے گا اور نہ انھیں کہیں لازمی خدمت کے لیے کہیں بھیجا جائے گا۔[۲۱] جس سے جزیہ لیا جاتا ہے یا لیا جا سکتا ہے، قرآن و سنت نے اس کو ہر حال میں اور ہر صورت میں لازمی قرار نہیں دیا۔ یہ حکومت کی صواب دید اور انتظامی وسیاسی مصالح کی بنیاد پر طے ہوتا ہے پھر اس جزیہ کی کوئی مقدار شریعت میں متعین نہیں ہے۔ جو اصول شریعت نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ جزیہ ان کی استطاعت کے مطابق ہو، جو غیر مسلم کمانے اور فوجی خدمت انجام دینے کے اہل ہوں اس پر بقدر استطاعت جزیہ عائد کیا جائے، اور اسی اصول کے مطابق عہد نبوی، عہد خلفاے راشدین، اور بعد کے تمام ادوار میں عمل کیا گیا۔

۵- جزیہ کی ایک شرط یہ ہے کہ عاقل بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ جزیہ ادا کرنے والا غیر مسلم مالی استطاعت بھی رکھتا ہو ورنہ اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا، لیکن یہاں زکاۃ اور غیر مسلم کے ٹیکس میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ زکاۃ کے لیے شریعت نے ایک شرح مقرر کر رکھی ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی لیکن غیر مسلم کا ٹیکس خواہ کوئی سا بھی ہو اس کی شرح مسلم حکومت اور غیر مسلم رعایا کے باہمی معاہدے پر چھوڑ دی گئی ہے۔ اس معاہدے میں مسلم حکم ران کمی تو کر سکتا ہے لیکن اس معاہدے میں طے شدہ ٹیکس میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

۶- جزیہ کی نوعیت کا جو بھی ٹیکس نافذ کیا گیا، وہ ان غیر مسلموں کی مالی سہولت کو مدّ نظر رکھ کر نافذ کیا گیا۔

۲۰- عبدالکریم زیدان، **أحکام الذمیین وا لمستأمنین في دار الإسلام** (عراق: مکتبة القدس، ۱۹۸۲ء)، ۱۵۷۔

۲۱- احمد بن یحییٰ ابوالحسن البلاذری، **فتوح البلدان** (بیروت: إدارة الکتب العلمیة، ۱۹۸۳ء)، ۸۹۔

جیسا کہ یمن کے علاقے نجران میں کپڑا بننے کی طرف لوگوں کا زیادہ رجحان تھا ان سے کہا گیا کہ جو کپڑا بنائیں اس میں سے سال میں وہ دو سو جوڑے دے دیا کریں۔ پورا علاقہ جو کئی ہزار مربع میل رقبہ پر مشتمل تھا اور جہاں بہت سے قبائل آباد تھے، جہاں سے پورے عرب میں کپڑا جایا کرتا تھا اس سے صرف یہ کہا گیا کہ سالانہ دو سو جوڑے دے دیا کرے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو مویشی پالنے کا کام کرتے تھے ان سے مویشیوں کا طے کر دیا گیا کہ فی کس سالانہ یہ تعداد ہو گی۔ بعض قبائل سے طے کیا گیا کہ پورا قبیلہ سال میں اتنے مویشی دے گا۔[۲۲]

۷۔ جزیہ کا ٹیکس ان افراد سے ہی لیا گیا جو روزی کمانے کے قابل اور فوجی خدمات انجام دینے کے اہل تھے۔ معذور، دائمی مریض اور بوڑھا اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا یہودی مدینہ میں بھیک مانگ رہا ہے۔ آپ کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ یہودی ہے اور جزیہ ادا کرنے کے لیے چوں کہ رقم نہیں ہے اس لیے وہ بھیک مانگ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت بیت المال کے انچارج کے پاس گئے اور کہا کہ یہ ظلم ہے کہ جب یہ جوان تھا تو اس نے جزیہ دیا اور اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو ہم اسے یوں بے سہارا چھوڑ دیں۔ آج سے اس کے لیے بیت المال سے وظیفہ جاری کر دو۔ پھر حکم دے دیا گیا کہ بیت المال سے ہر اس غیر مسلم کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے جو کمانے کے قابل نہیں ہے۔[۲۳]

عراق و عرب کے درمیان کا علاقہ حیرہ ۱۳ھ میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تو وہاں کے لوگوں سے ایک معاہدہ کیا۔ اس میں ایک شرط یہ رکھی کہ جو فرد کم زور اور مریض ہو گا اسے بیت المال سے وظیفہ دیا جائے گا اور اس پر کوئی ٹیکس عائد نہیں ہو گا۔ یہ معاہدہ جب منظوری کے لیے مرکز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس منظوری کے لیے بھیجا گیا تا آپ نے اسے منظور کر لیا اور آئندہ کے لیے یہ طے کیا کہ نادار اور مریض غیر مسلموں کو بیت المال سے وظیفہ دیا جائے گا۔[۲۴]

جزیہ کن صورتوں میں ایک غیر مسلم سے ختم ہوتا ہے:

۱۔ وہ اسلام قبول کر لے

۲۲۔ ابو عبید قاسم بن سلام، مصدرِ سابق، ۱: ۱۰۲۔

۲۳۔ بلاذری، **فتوح البلدان**، ۸۹۔

۲۴۔ ابو یوسف، مصدرِ سابق، ۱۵۰۔

۲۔ اس کا انتقال ہو جائے

۳۔ اسلامی حکومت اسے تحفظ دینے میں ناکام رہی ہو

۴۔ اہل ذمہ اسلامی ملک کے دفاع میں شریک ہو جائیں، یا وہ ملک کے دفاع میں شریک ہونا چاہتے ہوں تو پھر ان سے یہ ٹیکس یعنی جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

اہل علم اس پر بھی غور کر سکتے ہیں کہ جزیہ کا عنوان تبدیل کر دیا جائے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بنو تغلب کے مسیحیوں سے جب جزیہ لینے کا عندیہ دیا تو ان کا اصرار تھا کہ وہ زکاۃ کے عنوان سے جزیہ سے دو گنا دینے کو تیار ہیں جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالآخر اتفاق کر لیا[۲۵] اور باقی صحابہ نے اس کی تائید کر دی۔

۲۔ خراج

خراج سے مراد مفتوحہ زمین کی پیداوار کو ملحوظ رکھ کر نہایت واجبی شرح کا ٹیکس مقرر کرنا ہے۔ ذمی اپنی زمینوں کے مالک نہیں رہیں گے، لیکن انھیں ان کی زمینوں سے بے دخل بھی نہیں کیا جائے گا اور اس قبضے کی نوعیت موروثی بھی ہو سکتی ہے، یعنی یہ قبضہ نسل در نسل ان کے ورثا کو منتقل ہو۔ وہ اس زمین سے متعلقہ دیگر معاملات بھی طے کر سکیں گے۔[۲۶]

حکومت ان زمینوں سے اپنے حقوق مالکانہ ایک مناسب شرح خراج کی صورت میں وصول کرے گی۔ اس معاملے کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں ہو گیا تھا کہ مفتوحین کی زمینیں فاتحین میں تقسیم نہیں کی جائیں گی، بلکہ وہ بدستور مفتوحین کے قبضے میں رہیں گی اور حکومت ان سے خراج وصول کرے گی۔ فتح عراق کے بعد جب کچھ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مفتوحین کی زمینیں مال غنیمت کی طرح تقسیم کی جائیں تو روایتوں میں درج ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "إنها عين المال" یعنی زمین کی حیثیت مستقل جاے داد کی ہے، یہ فوج میں تقسیم نہیں ہو گی۔ دشمن سے حاصل شدہ چیزوں میں سے صرف وہ چیزیں فوج میں تقسیم ہوں گی جو ذاتی املاک کی حیثیت رکھتی ہیں۔[۲۷]

خراج کی تشخیص

خراج کی تشخیص میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ تشخیص کردہ خراج کا بار زمین آسانی سے اُٹھا سکے اور

۲۵۔ ابو یوسف، مصدرِ سابق، ۱۲۰۔

۲۶۔ ابو یوسف، مصدرِ سابق۔

۲۷۔ ابو عبید، مصدرِ سابق، ۴۴۔

کسانوں کی واقعی ضروریات سے جو رقم زائد بچے خراج اسی سے وصول کیا جائے۔"إنما أمرنا أن نأخذ عنهما العفو "عراق کی زمینوں کی پیائش اور ان کے خراج کی تشخیص کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو مقرر کیا تھا جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی پوری تحقیق کی کہ اتنا خراج تو نہیں لگا دیا گیا کہ زمین اس کا بوجھ نہ سہہ سکے ؟ لیکن جب لوگوں نے اس بات کا پورا یقین دلایا کہ زمین کی پیداوار میں ذمیوں کے لیے کافی گنجائش چھوڑی گئی ہے اور تشخیص میں کسانوں کی ضروریات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطمئن ہوئے اور انھوں نے اس تشخیص کی منظوری دی۔[۲۸]

یہ خراج صرف ان زرعی اور زیر کاشت زمینوں پر ہی لگایا جاتا ہے جن سے کسانوں کو آمدن ہوتی ہو۔ ذمیوں کے مکانات اور ان کے رہائشی مصرف کی دوسری زمینیں خراج سے مستثنٰی ہیں۔ خراج کی وصولی میں ذمیوں کے پہننے کے کپڑے، گھریلو برتن، خوراک کے طور پر غلّہ، ہل، بیل اور آلات روزی نہ قبضے میں لیے جاسکتے ہیں اور نہ قرق کیے جاسکتے ہیں بلکہ وصولی میں ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ مہلت دی جائے گی۔[۲۹]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو عکبریٰ کا تحصیل دار مقرر کیا۔ ذمیوں کے سامنے تو اسے یہ ہدایت دی کہ جزیہ وخراج کی وصولی میں ان لوگوں سے ایک پیسہ کی بھی رعایت نہ کرنا، لیکن علاحدگی میں اسے بلا کر کہا کہ ان لوگوں کے سامنے جو بات میں نے کہی ہے، وہ تم نے سن لی اب ایک اور بات کہتا ہوں اور یاد رکھو اگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی تو معزول کر دوں گا۔ وہ یہ کہ خراج وصول کرنے کے لیے نہ کسی کا گدھا بیچنا، نہ اس کا بیل اور نہ ہی اس کے سردی کے کپڑے۔ ان کے ساتھ نرمی کرنا، پھر نرمی کرنا، پھر نرمی کرنا۔[۳۰]

سعید بن عامر شام میں کسی مقام کے تحصیل دار تھے۔ ایک دفعہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ ان پر ناراض ہوئے کہ خراج کی وصولی میں اتنی دیر کیوں ہوتی ہے انھوں نے جواب دیا کہ آپ ہی نے تو یہ حکم دے رکھا ہے کہ کسانوں سے ایک وقت میں چار چار دینار سے زیادہ وصول نہ کیا جائے۔ ہم ایسے ہی کرتے ہیں، لیکن اس سے زیادہ یہ کر دیتے ہیں کہ فصل کی تیاری تک انھیں مہلت دے دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور فرمایا جب تک میں زندہ ہوں تمھیں اس عہدے سے نہیں ہٹاؤں گا۔[۳۱] عوام کو ظلم سے

۲۸- ابو یوسف، مصدرِ سابق،۱۰۔

۲۹- ابو یوسف، مصدرِ سابق۔

۳۰- ابو عبید، مصدرِ سابق، ا: ۱۰۱۔

۳۱- ابو عبید، مصدرِ سابق، ۴۴۔

محفوظ رکھنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی کرتے تھے کہ جب عراق کا خراج آتا تو کوفہ اور بصرہ کے ذمے دار لوگوں کو بلا کر ان سے قسمیں لیتے کہ اس مال کا کوئی حصہ کسی غیر مسلم پر زیادتی کر کے تو نہیں حاصل کیا گیا۔[۳۲] بلکہ جو افراد خراج کی وصولی پر مقرر کیے جاتے وہ خوب اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے مقرر کیے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اس کام کے لیے جب آدمیوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو انھوں نے کوفہ، بصرہ اور شام کے لوگوں کو لکھا کہ اپنے میں سے بہترین آدمیوں کے نام منتخب کر کے لکھو۔ لوگوں نے نام منتخب کر کے بھیجے تو آپ نے ان لوگوں کو خراج کی وصولی پر مقرر کیا۔[۳۳] نیک اور بہترین افراد کو اس کام پر مامور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ ایسے لوگ اس کام پر مامور کیے جائیں جو اپنے علاقے کے بہترین افراد ہوں تا کہ وہ خراج کی وصولی میں کوئی بے ضابطگی نہ کریں۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اہل ذمہ (غیر مسلموں) کو ظلم و ناانصافی سے بچانے کے لیے حکومت خراج کی تحصیل کا انتظام براہ راست کرے گی اور یہ کام بیچ کے لوگوں (نمبر داروں، جاگیر داروں وغیرہ) سے ٹھیکے سے نہیں لے گی۔ اگر خود اہل ذمہ کی ایسا کرنے کی خواہش بھی ہو تو حکومت کی طرف سے اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ بیچ کے آدمیوں (Middle Men) کو عوام پر ظلم کرنے اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملے۔[۳۴]

عشور

اسلام جس طرح دیگر معاشی معاملات میں رہ نمائی فراہم کرتا ہے اسی طرح آزاد بین الاقوامی تجارت کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ وہ ہر فرد کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے طور پر اگر تجارت کرنا چاہے تو ملکی قوانین کو پیش نظر رکھ کر تجارت کر سکتا ہے۔ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دور صدیقی میں تجارتی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مسلم سلطنت میں اضافہ ہوا، مسلمان تاجر دوسرے ملکوں میں جانے لگے اور دوسرے ممالک کے تجار مسلم سلطنت میں آنے لگے تو عشور (چنگی) کا مسئلہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ایک سرحد کے علاقے کے گورنر نے لکھا کہ ہماری سرحد کے پار بازنطینی اور رومن تاجر ہمارے ملک میں تجارت کی

۳۲۔ ابو عبید، مصدرِ سابق۔

۳۳۔ ابو یوسف، مصدرِ سابق، ۶۵۔

۳۴۔ ابو یوسف مصدرِ سابق۔

غرض سے آنا چاہتے ہیں تو آپ ہمیں بتائیں کہ ہم ان سے کس اساس پر چنگی وصول کریں ؟تو حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر کو جواب دیا کہ جیسے تم (مسلمان) ان کے ملک میں جاتے ہو اور جس حساب سے وہ تم سے چنگی وصول کرتے ہیں اسی شرح سے تم بھی ان سے وصول کرو۔[۳۵] عام تجارتی محصول اور چنگی میں مسلموں اور غیر مسلموں میں فرق کیا گیا ہے۔ گو بعض جگہ کے ذمیوں اور مسلمانوں میں عشور (چنگی) کی وصولی میں فرق کیا گیا ہے لیکن یہ کوئی اصولی چیز نہیں ہے۔ بعض علما کے نزدیک تو عشور کی سرے سے کوئی شرعی حیثیت ہے ہی نہیں گویا یہ ایک خالص انتظامی شے ہے۔ اس لیے اگر مسلم حکومت نے کسی وقت ایسا کیا تو اس کی بنیاد کسی شرعی حکم پر نہیں بلکہ اس وقت کی حکومت کے انتظامی فیصلہ پر ہے۔ جن علما کے نزدیک اس کی کوئی شرعی بنیاد ہے وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ تجارتی عشور غیر مسلموں پر اسی صورت میں لگائے جاسکتے ہیں، جب اس بارے میں ان سے خاص طور پر کوئی معاہدہ ہو چکا ہو، ورنہ جزیہ کے علاوہ اور کوئی مطالبہ ان سے نہیں کیا جاسکتا۔[۳۶] عشور میں اصولی بات یہ ہے کہ اس میں معاہدہ بالمثل کو ملحوظ رکھا جاتا ہے یعنی جس طرح غیر مسلم ممالک، مسلم تاجروں سے ٹیکس وصول کرتے ہیں، اسی تناسب سے مسلم ممالک، غیر مسلم تاجروں سے ٹیکس وصول کریں۔

نتائج تحقیق

۱۔ جزیہ مسلم ریاست میں غیر مسلموں سے قابل وصول تحفظ کا ٹیکس ہے جو مسلم ریاست اپنے غیر مسلم عوام سے اپنی خدمات یعنی ان کی جان ،مال اور آبرو کی مکمل حفاظت ،ان کے شہری حقوق اور ان کے دفاع کے بدلے میں ان سے وصول کرتی ہے، لیکن اگر غیر مسلم ریاستی دفاع میں شخصی طور پر شریک ہو جائیں جیسے مسلمانوں کی ذمے داری ہے تو یہ ٹیکس ان سے معاف ہو جاتا ہے۔

۲۔ جزیہ کا ماخذ مجازاۃ ہے جس کا مطلب بدلہ دینا ہوتا ہے، یعنی مفتوحین کے جان ومال سے تعرض نہ کرنا اور انھیں اپنے ملک میں رہنے دینا۔ انگریزی میں اس کے لیے Consideration کی اصطلاح اختیار

۳۵۔ احمد بن الحسین البیہقی، **السنن الكبرىٰ**، كتاب الجزية، جماع أبواب الشرائط التي يأخذها الإمام على أهل الذمة، باب ما يؤخذ من الذمي إذا اتجر في غير بلده والحربي إذا دخل بلاد الإسلام بأمان (الهند: مجلس دائرة المعارف النظامية، ۱۳۴۴ھ)،۱۴: ۱۵۶۔

۳۶۔ محمد بن علی بن عبداللہ الشوکانی، **نيل الأوطار**(شرح منتقى الأخبار مكتبة نزار مصطفى الباز،۲۰۰۱ء)،۸: ۱۵۲۔

کی جا سکتی ہے یعنی کچھ دے کر اس کے بدلے میں کچھ حاصل کرنا۔

۳۔ بعض فقہانے جزیہ کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم دونوں مقداروں کا تعین کیا ہے؛ جب کہ بعض فقہانے ان معاملات کو سربراہِ حکومت کی صواب دید پر چھوڑ دیا ہے۔

۴۔ جزیہ صرف ان افراد پر عائد ہوتا ہے جو کمانے کے قابل ہوں۔ مساکین، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، اندھوں اور راہبوں پر جزیہ عائد نہیں کیا جاتا۔

۵۔ جزیہ کی وصولی کے لیے کسی فرد پر کوئی بے جا سختی یا جبر و ظلم نہیں کیا جائے گا، نہ اسے دھوپ میں کھڑا کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی جسمانی تکلیف دی جائے گی بلکہ ان کے ساتھ نرمی برتی جائے گی۔

۶۔ لوگوں کی سہولت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے دور خلفاے راشدین میں اہل حرفہ (پیشہ ور افراد) سے جزیہ میں وہی چیزیں قبول کر لی جاتیں جو وہ خود تیار کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئیاں تیار کرنے والوں سے سوئیاں، کنگھیاں بنانے والوں سے کنگھیاں، رسیاں بٹنے والوں سے رسیاں ہی جزیہ میں قبول کر لیتے تھے تاکہ لوگوں کو ادائی میں کوئی تکلیف نہ ہو۔

۷۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے دور میں یہ حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص وفات پا گیا تو اس کے ذمے جو جزیہ کی رقم واجب الادا تھی وہ اس کے ورثا سے وصول نہیں کی جائے گی۔

۸۔ جزیہ چوں کہ جان و مال کی حفاظت کا ٹیکس ہے، اس لیے جب کبھی ایسا ہوا کہ مسلمان یہ ذمے داری لینے کے بعد اسے پورا نہیں کر سکے، تو انھوں نے جزیہ واپس کر دیا۔

۹۔ خراج سے مراد مفتوحہ زمین کی پیداوار کو ملحوظ رکھ کر نہایت واجبی شرح کا ٹیکس مقرر کرنا ہے۔ ذمی اپنی زمینوں کے مالک نہیں رہیں گے، لیکن انھیں ان کی زمینوں سے بے دخل بھی نہیں کیا جائے گا اور اس قبضے کی نوعیت موروثی بھی ہو سکتی ہے یعنی یہ قبضہ نسل در نسل ان کے ورثا کو منتقل ہو۔ وہ اس زمین سے متعلقہ دیگر معاملات بھی طے کر سکیں گے۔

۱۰۔ حکومت ان زمینوں سے اپنے حقوق مالکانہ ایک مناسب شرح خراج کی صورت میں وصول کرے گی۔

۱۱۔ خراج کی تشخیص میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ تشخیص کردہ خراج کا بار زمین آسانی سے اُٹھا سکے اور کسانوں کی واقعی ضروریات سے جو رقم زائد بچے، خراج اسی سے وصول کیا جائے۔

۱۲- زمین کی حیثیت مستقل جاے داد کی ہے، یہ فوج میں تقسیم نہیں ہو گی۔ دشمن سے حاصل شدہ چیزوں میں سے صرف وہ چیزیں فوج میں تقسیم ہوں گی جو ذاتی املاک کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۱۳- تجارتی عشور غیر مسلموں پر اسی صورت میں لگائے جاسکتے ہیں جب اس بارے میں ان سے خاص طور پر کوئی معاہدہ ہو چکا ہو، ورنہ جزیہ کے علاوہ اور کوئی مطالبہ ان سے نہیں کیا جاسکتا۔

List of Sources in Roman Script

- Abū ʻUbāid Qāsim b. Salām, *Kitāb ʻl Amwāl*, Riyāz: Dār ul Fāzilah li nashr wa ltuwzie, 2007AD.
- Abū Yousuf, *Kitāb ʻl Khirāj*, Beirut: Dār ʻl Maʻrifah wa ʻl nashr, 1979AD.
- al-Baheqī, Ahmad b. Hussain, *al-sunān ʻl Kubrā*, Al-Hind: Mājlis Dāirat ʻl mʻārif al nizāmiya ,1344H.
- al-Māwardī, Abu ʻl Hāssan, *al-Ahkām ʻl Sultāniyah*. Cairo: Mustafa Babi Alhalbi, 1973AD.
- al-Sārkhsī, Muhāammad b. Ahmād b. Abī Sāhil, *al-Mabsūt*, Beirut: Dār ʻl- Maʻrifah, 1993AD.
- Balāzrī Ahmād b. Yahyā, *Fatūh ʻl Buldān*, Beirut: Adāra Kitāb ʻl Ilmiyā, 1983AD.
- Ghāzī, Māhmood Ahmād, *Khutbāt -e- Bāhwalpur*, Bāhawālpur: Islamiya University, 1997AD.
- Hameed Ullah, *Muslim Conduct of State*, Lahore: Sh. Muhammad Ashraf & Sons.
- Rāghib Aṣfahānī, Abu ʻl Qāsim al Hussāin b. Muhammad, *al-Mufradāt fi Gharāeb ʻl Qurʻān*,, Alnāshir Māktbā Nazār Mustafā al-bāz.
- Shafʻī, Muhammad b. Idrees b. Usmān Abu Abdullāh, *Kitāb ʻl Umm*, Beirut: Dār ʻl- Maʻrifah, 1406H.
- Shokānī, Muhammad b. Alī. *Nail ul Autār*, City?? Maktaba nazar Mustafa Albaz 2001.
- Wahba Zuhalī, *al ʻlāqāt ʻl Doaliyyah fi ʻl Islam*, Damascus: Dār ʻl Maktabī, 2000AD.
- Zaidān, Abdul Karīm, *Ahkām ʻl Zimiyyīn wa ʻl Mustaʻminīn*, Iraq: Maktab ʻl Qudūs, 1982AD.